مولانا سندھی مرحوم کی ایک تاریخی تقریر

مولانا عبیداللہ سندھی ۲۴ سال کی جلاوطنی کے بعد ۷ مارچ ۱۹۳۹ء کو کراچی پہنچے اور اسی دن لوگوں سے خطاب کیا۔ اُن کی تقریر مرحوم سید اصغر علی شاہ ناظم نشر و اشاعت جمعیت طلباء اسلام صوبہ سندھ کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مولانا سندھی نے اس تقریر میں کہا تھا کہ اگر میری موت سے تین سال کے بعد بھی انگریز برصغیر سے نہیں گیا تو میری قبر پر گلہ کیا۔ مولانا ۱۹۴۴ء میں فوت ہوئے اور تین سال کے بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں برصغیر آزاد ہو گیا اور بھی کئی پیشین گوئیاں ہیں سب درست ثابت ہوئیں اور ثابت ہو گیا کہ

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ادارہ

عزیزان گرامی!

۱۹۱۵ء میں مجھے حضرت شیخ الہند نے افغانستان بھیجا تھا۔ آپ کے بزرگوں نے مجھے باہر بھیجا تھا۔ باہر رہ کر جو کچھ اسلام کی خدمت کر سکتا تھا میں نے کی۔ میرے سامنے پہاڑ آئے شکست کھا گئے، موت آئی شکست کھا گئی، میں ان سپہ سالاروں کا رفیق رہا جنھوں نے دنیا کے بڑے بڑے معرکے سر کیے، آپ میری باتوں کو تاثرات اور عارضی ہیجانات کا نتیجہ نہ سمجھیے گا میرے پیچھے تجربات کی ایک وسیع دنیا ہے۔ میں آپ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ میرے افکار وقف عام ہیں۔ اب میں چراغ سحری ہوں، چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اس پیغام کو ہندوستان کے نوجوانوں تک پہنچا دوں۔ اگر یہی حالات رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ بنگال کی تقسیم نہ ہو جائے۔ پہلے پہل اس انقلاب کی لپیٹ میں افغانستان آئے گا۔ میں انقلاب کا پیامبر بن کر ہندوستان لوٹا ہوں۔ وہ دن دور نہیں کہ برطانیہ اور امریکہ والوں کو

اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ اس انقلاب کو قیامت سے کم نہ سمجھیے گا۔ میں نے بڑے بڑے علماء کو بڑے بڑے از د کو در بدر بھیک مانگتے دیکھا ہے، عزتوں کو لٹتے دیکھا ہے۔ یہ عالمگیر انقلاب بنے ایک نہ ایک دن ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر رہے گا۔ دیوار چین ہو یا سد سکندری یہ سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ دنیا ایک طوفان نوح سے دوچار ہوا چاہتی ہے۔ بادل گرج چکے ہیں گھٹائیں برسنے کو ہیں۔ لیکن ہمارے علماء ہیں کہ ان کی نظریں کتابوں تک محدود ہیں وہ باہر کی دنیا کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ ہمارے سیاستدان بڑی بڑی اسکیمیں بناتے ہیں جو ان کے اپنے اغراض و مصالح پر مبنی ہوتی ہے عوام کو انتہائی نچلے درجے میں رکھ چھوڑا ہے۔ قرآن حق ہے، انجیل حق ہے، توراۃ حق ہے۔ انجیل کو غلط رنگ میں پیش کرنے سے یہودی کافر ہو سکتا ہے اس ملک کے مسلمان قرآن کو غلط رنگ میں پیش کرنے سے کیسے مسلمان رہ سکتے ہیں۔ اب انقلاب کی گھڑی قریب سر پر آ پہنچی ہے۔ سن لو ورنہ مٹا دیے جاؤ گے!

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ کل ایک طبقہ قوت و خیال کا مالک تھا کسان اور مزدور جو کماتے تھے ان کو کھانے کو نہ ملتا تھا۔ جو ان کی کمائی پر رہتا وہ کمانا ذلت کا نشان سمجھا۔ کماؤ طبقے پسماندہ اور کھاؤ طبقے اخلاق سے گر گئے۔ اگر برکتیں پھیلتیں تو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے محلوں میں ذہن کو جلا ہوتی تو ان کو ہوتی۔ زمانہ مدتوں ملتا رہا سرمایہ دار مزدوروں اور کسانوں پر ظلم ڈھاتے رہے اس دور میں مشینی دور آتا ہے آگے چل کر مزدوروں نے کھیتوں پر قبضہ کر لیا۔ جاگیردارانہ نظام ختم ہو گیا۔

آج اس کا نعرہ ہے۔ "مزدورو! اور کسانو! اٹھو بڑی بڑی بلڈنگیں، بڑے بڑے محلات تمہاری کمائی سے وجود میں آئے ہیں۔ ان پر قبضہ کر لو۔ جو ان کے آڑے آئے مٹا دو"۔

اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ایسے فلسفے کو قبول کر لو جس کی ترجمانی امام ولی اللہ دہلوی نے کی ہے "اگر تمہارے امراء نے غرباء کی خیر خواہی نہ کی تو تمہارا وہ حشر ہوگا جو بخارا کے مسلمانوں کا ہو چکا ہے۔ بخارا کے اندر ایک ایک مدرسہ عربی کی یونیورسٹی تھی۔ ترکی کی جو سیاسی طاقت ہے آپ کے ملک کی وہ سیاسی طاقت نہیں۔ جس انقلاب کے سامنے بخارا کی مذہبیت نہ ٹھہری، ترکی کی سیاست نہ ٹھہری اس کے سامنے تم کیسے ٹھہر سکتے ہو؟ جب غریب کی جھونپڑی سے انقلاب اٹھتا ہے تو وہ امیر کے محل کو بھی پیوست زمین کرتا جاتا ہے"۔

اگر میں مر گیا اور میرے مرنے کے تین سال کے بعد انگریز ہندوستان سے نہ گیا تو میری قبر پر آ کر کہنا کہ انگریز یہاں آ کر بیٹھا ہوا ہے۔ میں قبر سے جواب دوں گا۔ میں نے انگریزی کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ دیا ہے۔ اب وہ ہندوستان میں نہیں رہ سکتا۔ عنقریب تم مجھے یاد کرو گے۔ میں اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔